اسلام میں
معاشی مسئلہ کا اخلاقی حل

اس وقت یہ سوال بڑی اہمیت اور قوت کے ساتھ سامنے لایا جا رہا ہے کہ موجودہ نظام کی بدولت جو معاشی مشکلات پیدا ہو چکی ہیں اور معاشرہ جس بدحالی سے دوچار ہو رہا ہے اس سے نجات حاصل کرنے کیلئے کونسی راہ اختیار کی جائے۔ اور معاشی نظام کے اس فساد اور معاشرہ کی بدحالی کو کسطرح دور کیا جائے، اس سلسلہ میں مختلف نظریات کو معاشی مشکلات کے حل کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے اور دنیا کے مروّجہ نظاموں میں سے کئی قسم کے نظامہائے معیشت کو سامنے لایا جا رہا ہے، مگر اس معاشی نظام کے فساد اور ان مشکلات کے جو اصل اسباب ہیں، یعنی اخلاقی اقدار کا فقدان اور حرص مال اور حب دنیا جیسے مذموم رذائل میں منہمک ہونا عام طور پر ان کی طرف سے غفلت اور بے توجہی برتی جا رہی ہے بلکہ اکثر نظریات تو حکیم رومیؒ کے اس شعر کے پورے مصداق ہیں کہ ؎ ہر دارو کہ ایشاں کردہ اند........

اس لئے ضروری معلوم ہوا کہ موجودہ معاشی مشکلات کا "اخلاقی حل" پیش کر دیا جائے۔ تاکہ اصل سبب فساد کی نشاندہی ہو کر ان مشکلات کا صحیح حل سامنے آجائے۔ اسی ضرورت کی بناء پر یہ مضمون "اسلام میں معاشی مسئلہ کا اخلاقی حل" پیش کیا جا رہا ہے۔

یہ مضمون کوئی مستقل اور طبع زاد مضمون نہیں ہے۔ بلکہ اسکو معارف الحدیث، تجدید معاشیات اور اسلام کا اقتصادی نظام، ماہنامہ دار العلوم وغیرہ مطبوعہ مضامین سے اقتباسات حاصل کر کے مرتب کیا گیا ہے، مگر چونکہ ان اقتباسات میں حسب ضرورت ترمیم و تشریح اور اضافات کے ذریعہ تصرف کیا گیا ہے۔ اس لئے ناظرین سے درخواست ہے کہ اگر ان کو اس میں کسی جگہ کوئی خلجان

پیش آئے تو اس کا سبب مرتب کی تعبیری کوتاہی اور لفظی غلطی کو قرار دیا جائے اور اس پر اگر مرتب کو آگاہ کر دیا جائے، تو انشاء اللہ اسکی اصلاح کر دی جائے گی۔

دورِ حاضر کے تقاضوں اور ضروریات کے پیشِ نظر یہ مضمون اہل نظر و فکر اور ارباب علم کی خصوصی توجہات کا محتاج اور غور و فکر کا مستحق ہے۔

(مترجم سندھی)

★

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض اگلی قوموں اور امتوں کا یہ حال بتلایا گیا تھا، کہ جب ان کے پاس دنیا کی دولت آئی تو ان میں دنیوی حرص اور دولت کی رغبت و چاہت اور زیادہ بڑھ گئی اور وہ دنیا ہی کے دیوانے اور متوالے ہو گئے اور اصل مقصد زندگی کو بھلا دیا، پھر اسکی وجہ سے ان میں باہم حسد و بغض بھی پیدا ہوا، اور بالآخر ان کی اس دنیا پرستی نے ان کو تباہ و برباد کر دیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت کے بارہ میں اسی کا زیادہ خطرہ تھا، اسی لئے آپ نے از راہِ شفقت امت کو اس خطرہ سے آگاہ کیا۔

دولت کی افراط کا خطرہ | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے : "میں تم پر فقر و ناداری کے آنے سے نہیں ڈرتا۔ لیکن مجھے تمہارے بارہ میں یہ ڈر ضرور ہے کہ دنیا تم پر زیادہ وسیع کر دی جائے جیسے کہ تم سے پہلے لوگوں پر وسیع کر دی گئی تھی، پھر تم اس کو بہت زیادہ چاہنے لگو، جیسے کہ انہوں نے اسکو بہت زیادہ چاہا تھا۔ (اور اسی کے دیوانے اور متوالے ہو گئے تھے۔) اور پھر وہ تم کو برباد کر دے۔ جیسے کہ اس نے ان اگلوں کو برباد کیا۔" (بخاری و مسلم)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو امت کے فقر و ناداری میں مبتلا ہونے کا نہیں بلکہ خطرہ اس بات کا تھا کہ امت میں زیادہ دولتمندی آجانے سے وہ دنیا پرستی اور اسکی رغبت و چاہت میں مبتلا ہو کر ہلاک و برباد نہ ہو جائے اس لئے آپ نے اس خوشنما فتنہ " افراطِ دولت " کی خطرناکی سے امت کو خبردار و آگاہ فرمایا تاکہ وہ ایسا وقت آنے پر اس کے برے اثرات سے اپنا بچاؤ کرنے کی فکر کرے۔

اس امت کا خاص فتنہ دولت ہے | کیونکہ اس امت کا خاص فتنہ دولت ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے : ان لکل امة فتنة و فتنة امتی المال۔ (ترمذی شریف)

ہر امت کے لئے کوئی خاص آزمائش ہوتی ہے اور میری امت کی خاص آزمائش مال ہے۔

مطلب یہ کہ مال و دولت کو ایسی اہمیت حاصل ہوگی اور اسکی ہوس اتنی بڑھ جائے گی کہ وہی اس امت کیلئے بڑا فتنہ ہوگا۔

اور واقعہ یہ ہے کہ خیر القرون کے بعد سے ہمارے اس زمانہ تک کی تاریخ پر جو شخص بھی نظر ڈالے گا، اس کو صاف محسوس ہوگا : کہ مال کے مسئلہ کی اہمیت اور دولت کی حرص و ہوس ہر زمانہ میں عام طور پر بڑھتی رہی ہے۔ اور بڑھتی ہی جا رہی ہے، اور بلاشبہ یہی دولت کی حرص و ہوس، اس دور کا سب سے بڑا فتنہ ہے، جس نے بیشمار بندوں کو خدا تعالیٰ کی بغاوت و نافرمانی کے راستہ پر ڈال کر اصل سعادت سے محروم کر دیا ہے، بلکہ اب تو نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ خدا بیزاری اور خدا دشمنی کے علمبردار بھی دولت و "معاش" کے مسئلہ کی پیٹھ پر سوار ہو کر ہی اپنے باطل نظریات کو دنیا میں پھیلا اور شائع کر رہے ہیں۔

چونکہ ہمارے اس زمانہ میں دنیا کی زندگی کے ساتھ لوگوں کا بہت تعلق ہوگیا ہے۔ اور دنیوی مال و دولت کی حرص و ہوس بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔ اس لئے خالص دنیوی زندگی کے "معاشی مسئلہ" کو اتنی اہمیت دیدی گئی ہے کہ غالباً اس سے پہلے کبھی بھی اس کو اہمیت کا یہ غیر معمولی مقام حاصل نہ ہوا ہوگا۔ یہاں تک کہ ایک طرف تو اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم گاہوں اور یونیورسٹیوں کے اندر علانیہ یہ نظری فلسفہ پڑھایا جاتا ہے کہ انسان اور انسانی زندگی کے سارے مسائل و مشاغل کا نچوڑ گویا صرف پیٹ اور روٹی یا معاش اور "معاشیات" ہے اور دوسری طرف عملی زندگی اور سیاسیات میں اس فلسفہ کے ماننے اور انکار کرنے والے افراد اور حکومتیں اپنے شہریوں اور رعایا کو سب سے زیادہ یہی سبق پڑھاتے اور رٹاتے ہیں، اور اپنے سارے اصلاحی اور تعمیری منصوبوں اور تجویزوں کے جو اغراض و مقاصد بتاتے رہتے ہیں۔ کم و بیش سب کی تان، روٹی اور پیٹ یا مادی اور معاشی زندگی کی سرگرمیوں پر ہی ٹوٹتی ہے۔"

اس لئے ضروری معلوم ہوا کہ "اسلام نے اس معاشی مسئلہ کا جو اخلاقی حل تجویز کیا ہے۔ اسکو واضح کر دیا جائے تاکہ دنیوی دولت کی حرص و ہوس کے اس فتنہ نے اس مسئلہ کو جو غیر معمولی اہمیت دیدی ہے۔ اسکی اصلاح ہو جائے۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں چند مسلمہ اصولوں کا ذکر مناسب معلوم ہوا کہ پہلے چند مسلمہ اصولوں کا ذکر کر دیا جائے تاکہ اصل بات کا

سمجھنا آسان ہو جائے۔

۱۔ یہ عالم دنیا جس میں ہم اپنی عارضی اور فانی زندگی گذار رہے ہیں۔ اور جس کو ہم اپنی آنکھوں کانوں وغیرہ حواس کے ذریعہ محسوس کرتے ہیں جس طرح یہ ایک حقیقت اور واقعی چیز ہے، اسی طرح عالم آخرت جو اس دنیوی زندگی کے گذارنے کے بعد سامنے آنے والا ہے۔ اور اسکی خبر اللہ تعالیٰ کے سب پیغمبروں نے دی ہے۔ وہ بھی ایک قطعی اور نفس الامری یقینی حقیقت ہے۔ محض فرضی اور غیر واقعی تخیل نہیں ہے۔ ہمارا اس پر ایمان ہے نقل اور عقل کی روشنی میں ہم کو اس کے بارہ میں بحمداللہ پورا وثوق اور اطمینان حاصل ہے۔

۲۔ پھر دنیا کے بارہ میں ہمارا یقین یہ ہے کہ یہ اور اسکی ہر چیز راحت ہو یا تکلیف، تنگی ہو یا فراخی، فانی اور حقیر ہے۔ بخلاف عالم آخرت کے کہ وہ خود بھی غیر فانی اور جاودانی ہے اور اسکی راحت و تکلیف بھی ابدی اور دوامی ہے۔ اور وہاں پہنچ کر انسان کو بھی غیر فانی بنا دیا جائے گا، یعنی اسکو بھی کبھی ختم نہ ہونے والی دوامی زندگی عطا فرما دی جائے گی۔ اسی طرح وہاں اللہ کے سعید اور خوش نصیب بندوں کو جو نعمتیں عطا ہوں گی ان کا سلسلہ بھی ہمیشہ ہمیشہ جاری رہیگا کبھی منقطع نہ ہوگا۔ اسی کو قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے «عطاء غیر مجذوذ» "وہ عطا خداوندی جس کا سلسلہ کبھی بھی منقطع نہ ہوگا۔" اور اسی طرح جن اشقیا کی بغاوت اور سرکشی اور کفر و استکبار کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا غضب ان پر ہوگا، ان کی تکلیفوں اور ان کے عذاب کا سلسلہ بھی کبھی منقطع نہ ہوگا۔ اور ظاہر ہے کہ دنیا اور اسکی ہر چیز کے فانی ہونے اور آخرت اور اسکی ہر چیز کے باقی رہنے کا تقاضا تو یہ تھا کہ انسان کی فکر و سعی بس آخرت ہی کیلئے ہوتی اور دنیا سے اس کا تعلق صرف ناگزیر ضرورت کے بقدر ہی ہوتا۔

۳۔ لیکن انسانوں کا عام حال یہ ہے کہ دنیا چونکہ ہر وقت ان کے سامنے ہے اور آخرت سراسر غیب اور آنکھوں سے اوجھل ہے۔ اس لئے اکثر و بیشتر آخرت کی ان حقیقتوں کے ماننے والوں پر بھی دنیا ہی کی فکر و طلب غالب رہتی ہے۔ یہ انسان کی ایک قسم کی فطری کمزوری اور غلطی ہے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں اور اس کی کتابوں کے ذریعہ انسانوں کی اس غلطی اور کمزوری کی اصلاح ہمیشہ کی جاتی رہی ہے، اور آخرت کے مقابلہ میں دنیا کے درجہ کی کمتری اور اسکی حقارت اور دنیا کے مقابلہ میں آخرت کے مقام کی بلندی اور رفعت کو واضح کیا جاتا رہا ہے خصوصیت کے

ساتھ قرآن مجید میں بڑے پُر زور الفاظ اور اہمیت کے ساتھ جا بجا مختلف عنوانات کے ساتھ دنیا کی بے وقعتی اور ناپائیداری کو اور آخرت کی اہمیت کو واضح کیا گیا ہے۔

۵۔ تمام پیغمبروں اور آسمانی کتابوں کے ذریعہ انسانوں کی ہدایت اور رہنمائی کیلئے اور آخرت کی کبھی نہ ختم ہونے والی زندگی میں ان کو کامل فلاح و بہبود کے مقام تک پہنچانے کیلئے جن چند خاص نکتوں پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انسان دنیا کو بالکل حقیر اور بے قیمت سمجھے اور اس سے زیادہ دل نہ لگائے اور اسکو اپنا مقصود و مطلوب نہ بنائے، بلکہ آخرت کو اپنی اصل منزل اور اپنا دوامی وطن یقین کرتے ہوئے اور دنیا کے مقابلہ میں اسکی جو قدر و قیمت اور جو اہمیت ہے اسکو پیش نظر رکھتے ہوئے وہاں کی کامیابی حاصل کرنے کی فکر کرے اور اسی فکر کو اپنے تمام دنیوی فکروں پر غالب رکھے۔ پس انسان کی سعادت اور آخرت میں اسکی کامیابی کیلئے گویا یہ شرط ہے کہ دنیا اسکی نظر میں حقیر اور بے قیمت ہو اور اس کے دل کا رخ آخرت ہی کی طرف ہو۔

اسلام میں معاشی مسئلہ درا صل کوئی اہم مسئلہ نہیں ہے | اگر ان چند اسلامی اصولوں کو دلنشین اور ان کے مطالبات اور تقاضوں کو مدِ نظر رکھ کر غور کیا جائے تو صاف واضح ہے کہ اسلام میں معاش کا مسئلہ کوئی اصولی اور اہم مسئلہ نہیں ہے، کیا آخرت پر یقین رکھنے والوں کیلئے "معاد" عالم آخرت کے سوا معاش، کیا زندگی کا کوئی بھی معاشی یا غیر معاشی مسئلہ اس معنی میں کوئی اہم مسئلہ رہ جاتا ہے جس معنی میں جدید اور عصری معاشیات اور معاشی تعلیمات و رجحانات نے افراد اور جماعتوں، شہریوں اور حکومتوں سب ہی کی پوری زندگیوں کو خالص معاشی یا دنیوی مسائل و مشکلات کے حل کرنے اور سلجھانے میں الجھا رکھا ہے۔

ایمان کے بعد تو ایک مومن کیلئے سارے معاشی و دنیوی مسائل میں مسئلۃ المسائل اور سب سے اہم ایک ہی مسئلہ رہ جاتا ہے کہ معاشی ہو یا غیر معاشی اسکی زندگی کی کسی راہ و روش میں کوئی قدم ایسا نہ اٹھے جس سے اسکی معادی یعنی آخرت کی زندگی کی منزل خدا نہ کھوٹی ہوتی ہو، کیونکہ زندگی کے جس مسافر نے سفر ہی کو منزل یا وطن نہ بنا لیا ہو، وہ سفر کی عارضی اور وقتی خوشحالی یا راحتوں اور دلچسپیوں کو کوئی ایسا اہم مسئلہ کیسے بنا سکتا ہے جس میں گم اور منہمک ہونے کی بدولت مستقل اور دوامی راحتوں والا وطن گرتا یا بگڑتا اور برباد و ویران ہوتا ہو۔

اسلامی یا غیر اسلامی معاشیات | اسی جگہ سے اسلامی اور غیر اسلامی معاشیات کا یہ

کھلا فرق واضح ہو جاتا ہے کہ اسلامی معاشیات کا تمام تر تعلق "معادیات" یعنی آخرت کی نہ ختم ہونے والی زندگی کے بناؤ بگاڑ اور فلاح وخسران سے ہے اور اسلام میں "معاشی مسئلہ" معاد کے ماتحت اور بالکلیہ اس کے تابع ہے۔ اس لئے اس کا درجہ معاد کے اعتبار سے بالکل غیر اہم اور ثانوی حیثیت رکھتا ہے۔ اور غیر اسلامی معاشیات کا مطمح نظر صرف دنیوی خوشحالی اور پیٹ و روٹی ہے۔ اسی لئے غیر اسلامی معاشیات میں معاشیات ہی کو اولیت کا درجہ دے کر اسی کو مقصدِ زندگی بنا لیا گیا اور تحریکوں یا حکومتوں کی بنیادیں اسی پر قائم کر دی گئی ہیں۔ اسکو اس سے کچھ غرض نہیں کہ اس کے حاصل کرنے میں آخرت کی زندگی پر کیا اثر پڑتا ہے وہ بگڑتی ہے، یا سنورتی ہے۔ اسلامی تعلیم کی رو سے ساری مخلوقات کا تعلق اپنے خالق سے عبد و رب یعنی بندہ اور بندہ پرور ہونے کا ہے۔ بندہ اور غلام کا کام صرف بندگی اور اطاعت و عبدیت ہے۔ باقی بندہ پروری یا ربوبیت، یعنی بندہ کی واجبی حاجتوں اور ضرورتوں کو برابر پوری کرتے رہنا، یہ ذمہ داری تمام تر اسی رب العلمین ہی کی ہے، جو مخلوقات کے سارے بیشمار عالموں کا خالق اور پروردگار ہے۔

انسانی اور غیر انسانی معاشیات انسان سے نیچے کی جمادی اور حیوانی مخلوق اپنی بندگی کے فرائض وواجبات غیر فکری طریقہ پر "فطرت وجبلت" کی رہنمائی میں ادا کرتی رہتی ہے تو اس کی پرورش ہی ان کے فکری اور شعوری ارادہ واختیار پر مبنی تدابیر کے بغیر ہی ہوتی رہتی ہے۔

البتہ انسان کو زمین پر چونکہ خلیفہ اور امین کا منصب دے کر بھیجا گیا ہے اس لئے خلافت وامامت کے فرائض منصبی کی ادائگی کے بقدر اس کو ارادہ کی آزادی اور اختیار بھی عطا ہوا ہے اور اسی آزاد ارادہ اور اختیار سے اپنی دنیوی زندگی یا معاشی حاجتوں کی سربراہی میں کام لینے کی طاقت بھی اسکو دی گئی ہے۔

مگر خدا تعالیٰ کے خلیفہ اور نائب ہونے کی حیثیت سے اس ارادہ اور طاقت کے استعمال کرنے کی اجازت خدائی احکامات کے تحت اور اس کے تفویض کردہ اختیارات کے حدود میں ہی دی گئی ہے۔

پھر جسطرح ایک آقا اور مالک کو یہ حق ہے کہ غلام کی استعداد و استطاعت کے موافق چاہے تو اس کے سپرد کوئی ایسا کام کر دے جس سے خود غلام کی کوئی حاجت وضرورت قطعاً پوری نہ ہوتی ہو۔ مثلاً پنکھا جھولنے کا کام اس کے سپرد کر دے یا سرے سے اس کے کوئی کام ہی سپرد نہ کرے بلکہ اس کے ذمہ صرف یہ کر دے کہ وہ ہاتھ باندھے کھڑا رہے۔ اسیطرح

مالک کو یہ بھی حق ہے کہ کوئی ایسی خدمت اس کے حوالہ کر دے جس سے خود غلام کی بھی کوئی حاجت پوری ہو سکتی ہو۔ مثلاً اس کو تجارت یا زراعت کے کام میں لگا دے اور اس کی آمدنی اور پیداوار سے خود اس کے کھانے کپڑے وغیرہ کی ضرورتوں کو پورا کر دے۔

مگر اس کا یہ مطلب نہ ہو گا کہ دوکانداری یا کھیتی باڑی کے اس کام کے بغیر وہ غلام کو بھوکا ننگا رکھتا۔ غلام کا پیٹ بھرنا اور تن ڈھکنا تو بہرحال آقا کی ذمہ داری ہے، چاہے کسی زمینی یا آسمانی آفت کی بدولت کھیت میں ایک دانہ بھی پیدا نہ ہو اور دکان سے ایک پیسہ کی آمدنی بھی نہ ہو۔

غرضیکہ اسلام نے خدا اور بندہ میں جو تعلق قرار دیا ہے اس کے تحت جسطرح بندہ کی ذمہ داری بے چوں وچرا بندگی اور فرمانبرداری ہے۔ ؎ تو بندگی چو گدایاں بشرط مزد مکن ——— اسی طرح خدا تعالیٰ کی ذمہ داری ہر حال میں بندہ پروری اور روزی رسانی ہے۔

البتہ یہ ہو سکتا ہے اور اس میں کچھ حرج نہیں کہ خود بندہ ہی کی کسی مصلحت سے اس کو فاقہ کشی بھی کرا دی جائے۔ جیسا کہ طبیب بھی مریض کی مصلحت سے اس کو کبھی فاقہ کا مشورہ دے دیتا ہے۔ مثلاً بندگی کے درجات بلند کرنے اور وفاداری کی آزمائش کے لئے ایسا کیا جائے۔

اسلامی معاشیات کا بنیادی اصول معلوم ہوا کہ اسلامی نقطۂ نگاہ سے انسان کے رزق و "معاش" کا مدار، ایجاد بندہ اور انسانی خود ساختہ معاشیاتی نظریات اور اسباب و سائل پر نہیں ہے، بلکہ بقائے نفس کیلئے جسطرح ہر جاندار کے رزق کی ضمانت خود اللہ تعالیٰ نے لے رکھی ہے اور وہ بحر و بر کی بیشمار و لاتعداد مخلوقات چرند پرند وغیرہ کو اپنے خوانِ کرم سے رزق عطا کرتا ہے اور ان سب کو شکم سیر کرتا ہے، اسی طرح ہر انسان (خواہ مومن ہو یا غیر مومن) اس کے رزق کی ضمانت بھی اسی رزاق مطلق ذوالقوۃ المتین نے لی ہوئی ہے۔ جب بحری اور بری ان گنت مخلوقات کی روزی رسانی سے اس کے خزائن نعمت میں کسی طرح کی کمی نہیں آتی تو کیا گنتی کے چند محدود انسانوں کے رزق دینے سے اس کے وسیع اور ان گنت خزائن رزق میں تنگی آ جائے گی؟

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، وکاین من دابۃ لاتحمل رزقھا اللہ یرزقھا وایاکم وھو السمیع العلیم۔ " کتنے طرح طرح کے جانور ہیں جو اپنی روزی اپنی پیٹھ پر لادے نہیں پھرتے اللہ ہی ان کو بھی روزی دیتا ہے اور تم کو بھی وہ تو سب کا حال خود ہی پوری طرح سننے اور جاننے والا ہے۔"

اور ارشاد ہے وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقھا ویعلم مستقرھا ومستودعھا۔ " اور کوئی (رزق کمانے والا) جاندار روئے زمین پر چلنے والا ایسا نہیں کہ اسکی

روزی اللہ کے ذمہ نہ ہو اور وہ ہر ایک کی زیادہ رہنے کی جگہ کو اور چند روزہ رہنے کی جگہ کو جانتا ہے۔"

پہلی آیت میں وھو السمیع العلیم، کا یہ فائدہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جسطرح اللہ تعالیٰ ہر فریاد کنندہ کی فریاد سنتے اور مناسب طور پر حاجت روائی فرماتے ہیں، اسی طرح وہ سب کی حاجتوں اور ضرورتوں کو خود بھی جانتے ہیں اس لئے بغیر مانگے بھی خود ہی روزی پہنچاتے رہتے ہیں۔ یہ بات نہیں کہ جبتک تم داد و فریاد اور احتجاج و ہڑتال کے ہنگامے برپا نہ کرو حکومتی کارکنان رزق سے مشکشائی نہ ہوتی ہو۔

رزق کی تنگی اور فراخی ہر جاندار کے رزق کی ضمانت اور ذمہ داری اگرچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل عظیم اور احسان عظیم سے اپنے اوپر لے رکھی ہے۔ مگر نفس رزق کی ضمانت کے بعد رزق بسط و قدر یعنی معاشی فراخی اور تنگی کا مسئلہ پھر بھی تکوینی اور تمدنی مصالح کے پیش نظر درپیش رہتا ہے۔ اس رزقی برابری اور معاشی مساوات کا وعدہ خدا کی طرف سے نہیں کیا گیا۔ (باقی آئندہ)

بقیہ : چاند اور اسلام ——— یاد رکھیں کہ قرآن کریم کا موضوع آخرت کی دائمی اور حقیقی زندگی کے حصول کیلئے دنیا کی چند روزہ زندگی کو استوار رکھنے کا طریقہ بتلانا ہے اور اسی مقصد کے لئے زندگی کے کسی مرحلہ پر بھی پیش آنے والی ضرورتوں کو تشنہ نہیں چھوڑتا۔ سعادت اخروی کے طریقوں کو ترغیب و ترہیب سے بیان کرتا ہے اور تجارت، سیاست، ملازمت، زراعت سب شعبوں میں حلال و حرام کی رہنمائی کرتا ہے مگر وہ طبیعات نجوم اور جغرافیہ وغیرہ کی کتاب نہیں کہ ہر زمانہ کے عروج و ارتقا کے سارے مراحل بتلائے، البتہ بطور آیات آفاقی اور مبدء و معاد میں غور و فکر کرنے کیلئے کہیں ضرورت آئی تو ان اشیاء کا ذکر ایسے جامع کلمات سے کرتا ہے جس سے قیامت تک اہم فنی مسائل بھی مستنبط ہو سکیں مگر یہ نہ ہر شخص کا کام ہے نہ اس کا فہم ایمان کیلئے ضروری ہے۔ اولو الابصار اور عقلمندوں کیلئے علوم کا لامتناہی ذخیرہ قرآن مجید میں موجود ہے۔ اور ان کلیات سے قیامت تک جزئیات نکالے جا سکتے ہیں ——— محترم بھائیو! خداوند کریم کی کائنات بے حد حساب ہے اسکی وسعتوں کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا، ایک حدیث میں اسکی تعبیر ان الفاظ میں کی گئی ہے کہ عرش معلّیٰ کے نیچے ایک ہزار قندیل لٹکے ہوئے ہیں۔ اور یہ ساتوں آسمان زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کچھ صرف ایک قندیل میں سمائے ہوئے ہیں، باقی قنادیل میں کیا ہے۔؟ اس کا علم کس کو ہو سکتا ہے۔؟ وما یعلم جنود ربک الا ھو ——— مختصراً یہی کچھ عرض ہوا آئندہ کو تعج پر مزید تفصیل کی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو فتنوں سے محفوظ رکھے۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔ ■■